www.paksights.com

سوال نمبر 1

(پیپر 2015 سے سوال نمبر 1 کا جواب)

سوال نمبر 2

پاکستان کے صنعتی مسائل

پاکستان کو متحدہ ہندوستان کے کل 921 کارخانوں میں سے صرف 34 کارخانے ملے۔ اس طرح صنعتی مسائل پاکستان کو ورثے میں ملے لیکن ہمارا صنعتی شعبہ آج بھی بہت سے مسائل سے دوچار ہے۔ 2013ء کے اعداد و شمار کے مطابق صنعتی ترقی کی شرح 3.5- فیصد ہے۔ صنعت ہماری قومی پیداوار کا 24% ہے۔ اس قدر کم شرح نمود کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔

1۔ سیاسی عدم استحکام:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ مختلف حکومتوں کی متضاد صنعتی پالیسیاں ہیں کیونکہ پاکستان میں مختصر عرصے میں حکومتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور نئی حکومت پرانی حکومت کی پالیسیوں کو تبدیل کر کے نئی پالیسیاں بنا لیتی ہے۔ حکومتوں نے کبھی پرائیویٹائزیشن اور کبھی نیشنلائزیشن کی پالیسی متعارف کروائی جس سے سرمایہ دار کے اعتماد میں کمی آئی۔

2۔ سرمائے کی کمی:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی ایک اہم وجہ سرمائے کی کمی ہے۔ کیونکہ پاکستان کی تقریباً 24 فیصد آبادی غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔

3۔ منڈیوں کا وسیع نہ ہونا:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی ایک اہم وجہ منڈیوں کا وسیع نہ ہونا بھی ہے کیونکہ صنعتی اشیاء کے فروغ کے لیے منڈیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستانی مصنوعات کے لیے روز بروز منڈیاں کم پڑتی جا رہی ہیں۔

4۔ مزدوروں کی پیداواری صلاحیت کا کم ہونا:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی ایک اہم وجہ مزدوروں کی پیداواری صلاحیت کا کم ہونا ہے کیونکہ پیشہ ور افراد کو کئی کئی گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ کام کرنے اور آرام کا وقت نہ ملنے سے صحت پر بُرے اثرات پڑتے ہیں۔

5۔ غیر معیاری ذرائع نقل و حمل:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ ذرائع نقل و حمل کا بہتر نہ ہونا ہے کیونکہ پاکستان میں اکثر علاقوں میں ریل اور سڑکوں کا نظام درست نہیں ہے۔

6۔ توانائی کے ذرائع کا مہنگا ہونا:

پاکستان میں توانائی کے ذرائع مہنگے ہونے کے ساتھ ساتھ ناکافی ہیں۔ توانائی کے ذرائع مہنگے ہونے کی وجہ سے مصنوعات کی قیمتوں

www.paksights.com

میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بھی پاکستان میں صنعتی پسماندگی پائی جاتی ہے۔ بجلی کی بندش اور گیس کی کمی نے صنعتوں کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔

7۔ تکنیکی ماہرین کی کمی:

پاکستان میں تکنیکی اور ماہر افراد کی کمی ہے۔ لوگ مہارت کے حصول کے لیے کوئی خاص قدم نہیں اُٹھاتے اور نہ ہی حکومت ملک میں ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے کوئی خاطر خواہ اقدامات کر رہی ہے۔ جس کی وجہ سے صنعت پسماندہ ہے۔

8۔ سرمایہ کاری کی کمی:

پاکستان میں حکومت کی مختلف متضاد پالیسیوں کی وجہ سے لوگ سرمایہ کاری کرنے سے گھبراتے ہیں جس کی وجہ سے پاکستان میں نئی صنعتیں بہت کم تعداد میں لگ رہی ہیں۔

9۔ معیار تعلیم:

پاکستان میں تعلیم انتہائی کم ہے علاوہ ازیں تعلیم کا معیار بھی بلند نہیں ہے، جس کی وجہ سے پاکستان میں صنعتی افرادی قوت کی کمی ہے اور صنعتیں پسماندہ ہیں۔

10۔ سیاسی عدم استحکام:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ سیاسی ہم آہنگی کی کمی اور سیاسی انتشار ہے۔ آئے دن کی ہڑتالوں اور سیاسی عمل میں رکاوٹ کیوجہ سے ملک میں صنعتی منصوبہ بندی عدم استحکام کا شکار ہو جاتی ہے جسکے صنعتی ترقی پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

11۔ توانائی کا فقدان:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ یہ بھی ہے کہ پاکستان کے اکثر علاقوں میں بجلی کی سہولت سے لوگ محروم ہیں، جس کی وجہ سے ان علاقوں میں صنعتیں نہیں لگائی جا سکتیں۔

12۔ لوڈ شیڈنگ کا عام ہونا:

پاکستان میں اکثر لوڈ شیڈنگ یا بجلی کا بریک ڈاؤن ہو جاتا ہے اور اس کی کوئی اطلاع بھی نہیں دی جاتی۔ جس کی وجہ سے صنعت کار متبادل انتظام نہیں کر پاتے۔

13۔ غیر ملکی معاشی پابندیاں:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی اہم وجہ ملک پر بیرونی ممالک کی طرف سے معاشی پابندیوں کا ہونا ہے۔

14۔ عالمی منڈیوں میں سرد بازاری:

پاکستان میں صنعتی ترقی کے پسماندہ ہونے کی ایک وجہ دنیا کی منڈیوں میں سرد بازاری ہے۔

صنعتی ترقی کے لیے حکومتی اقدامات

قیام پاکستان کے فوراً بعد حکومت نے صنعت کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے صنعتی ترقی میں حائل مشکلات کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ صنعتی شعبے کی ترقی کے لیے حکومت نے اب تک جو اقدامات کیے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- پاکستان صنعتی مالیاتی کارپوریشن کا قیام:

صنعتی شعبے کی ترقی کے لیے حکومت نے تین کروڑ روپے کے سرمائے سے 1949ء میں پاکستان صنعتی مالیاتی کارپوریشن قائم کی۔ یہ کارپوریشن چھوٹے صنعت کاروں کو قرضے کی سہولتیں فراہم کرتی تھی اور نجی سرمایہ کاروں کی حوصلہ افزائی کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرتی تھی۔

2- پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کا قیام:

حکومت نے 1952ء میں پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن قائم کی جس کا مقصد کارخانہ داروں کی حوصلہ افزائی اور راہنمائی کرنا تھا۔ پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن نے جہاں کئی ایک منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا وہاں فنی ماہرین بھی پیدا کیے جس سے صنعتی شعبے کو فروغ حاصل ہوا ہے۔

3- صنعتی قرضے اور سرمایہ کاری کی کارپوریشن:

1957ء میں پندرہ کروڑ روپے کی مالیت سے صنعتی قرضے اور سرمایہ کاری کی کارپوریشن قائم کی گئی۔ اس ادارے میں، امریکہ، جاپان، فرانس، برطانیہ، سوئٹزرلینڈ، عالمی بنک اور ملک کے صنعت کار شامل ہوئے۔ اس ادارے نے زرمبادلہ کی صورت میں قرضے فراہم کئے اور مختلف صنعتوں کے قیام میں خود بھی سرمایہ کاری کی۔

4- پاکستان صنعتی ترقیاتی بنک:

1961ء میں حکومت نے صنعت کو فروغ دینے کے لیے پاکستان صنعتی ترقیاتی بنک قائم کیا۔ اس بنک کے قیام کا مقصد چھوٹے صنعت کاروں کو مالی امداد فراہم کرنا تھا۔ اس بنک نے ایوب اور نواز شریف دور میں سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کی حوصلہ افزائی کی اور اس کے تعاون سے ملک میں بے شمار چھوٹی اور بڑی صنعتیں قائم ہوئیں۔

5- صنعتی مراکز:

صنعتوں کی حوصلہ افزائی کے لیے مختلف شہروں میں صنعتی مراکز قائم کئے گئے جہاں کارخانہ داروں کو بجلی، پانی، سوئی گیس اور ذرائع آمد و رفت کی تمام سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ یہ مراکز ملتان، گوجرانوالہ، جہلم، سکھر، فیصل آباد، کراچی، لاہور، سرگودھا اور بعض دیگر شہروں میں قائم کیے گئے ہیں۔

6- سائنسی ریسرچ کونسل:

حکومت نے 1953ء میں سائنسی تحقیقات کونسل قائم کی جس کے تحت بڑے بڑے شہروں میں صنعتی ریسرچ لیبارٹریاں قائم کی گئیں۔ یہ کونسل ایسے طریقے دریافت کرتی ہے جن کی مدد سے کم لاگت میں بہتر اور معیاری مصنوعات تیار ہو سکیں۔

www.paksights.com

7- صنعتی تعلیم وتربیت کے مراکز:

حکومت نے صنعتی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے وسیع پروگرام شروع کیا۔ مختلف شہروں میں ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ یعنی تربیتی ادارے قائم کیے گئے۔ جن میں طلباء کو اعلیٰ فنی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ ادارے مکینیکل، الیکٹریکل انجینئرنگ اور پولی ٹیکنیک کے ماہرین مہیا کرتے ہیں۔ یہ ادارے کراچی، حیدرآباد، بہاولپور، راولپنڈی، سیالکوٹ اور لاہور میں قائم کیے گئے ہیں۔

8- سمال انڈسٹریز کارپوریشن کا قیام:

گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کو قرضے کی سہولت فراہم کرنے کے لئے 1955ء میں سمال انڈسٹریز کارپوریشن قائم ہوئی۔ یہ کارپوریشن کسی چھوٹی صنعت کے لیے ڈیڑھ لاکھ تک قرضہ فراہم کر سکتی ہیں۔

9- پرائیوٹائزیشن کمیشن کا قیام:

بھٹو دور میں صنعتوں کو قومیانے کی پالیسی کا آغاز ہوا جس کے صنعتی ترقی پر برے اثرات مرتب ہوئے۔ آئے دن کی ہڑتالوں اور تالہ بندیوں کے باعث صنعتی ترقی کی رفتار رک گئی۔ بالآخر کارخانے دوبارہ نجی ملکیت میں دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ جس سے صنعتی ترقی میں نمایاں اضافہ ہوا۔

10- ٹیکسوں کی چھوٹ:

حکومت نے نئے قائم ہونے والے کارخانوں بالخصوص کم ترقی یافتہ علاقوں میں قائم صنعتوں کو پانچ سال کی مدت کے لیے ٹیکسوں کی چھوٹ دی اور ان کی درآمد شدہ مشینری کی درآمدی ڈیوٹی بھی معاف کردی گئی۔ اس اقدام سے ہمارے صنعت کاروں کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔

11- غیر ملکی سرمایہ کاری کو فروغ:

صنعتوں کو قومیانے سے غیر ملکی سرمایہ کاروں کی حوصلہ شکنی ہوئی تھی۔ 1977ء کے انقلاب کے بعد غیر ملکی سرمایہ کاروں کو بھی پاکستان میں سرمایہ کاری پر آمادہ کیا گیا۔ اس طرح بہت سی نئی صنعتیں قائم ہو رہی ہیں۔

سوال نمبر 3

(پیپر 2014 سے سوال نمبر 3 کا جواب)

سوال نمبر 4

(i) خطبہ الہٰ آباد

پس منظر:

نہرو رپورٹ 1928ء میں پیش کی گئی جسے مسلمانوں نے ماننے سے انکار کر دیا جبکہ 1929ء میں قائداعظم نے مسلمانوں کے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے چودہ نکات پیش کیے جنہیں ہندوؤں نے ماننے سے انکار کیا۔ لہذا برطانوی حکومت نے 1930ء میں برصغیر کے سیاسی

www.paksights.com

مسائل کے حل کے لیے لندن میں گول میز کانفرنس بلانے کا فیصلہ کیا۔ قائداعظم سمیت تمام بڑی بڑی شخصیات گول میز کانفرنس میں شرکت کے سلسلے میں لندن میں تھیں لہٰذا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الٰہ آباد کی صدارت کرنے کے لیے علامہ اقبال کا نام چنا گیا۔

حادثہ وہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے
عکس اس کا میرے آئینہ ادراک میں ہے
نہ ستارے میں ہے نہ گردشِ افلاک میں ہے
تیری تقدیر میرے نالۂ بے باک میں ہے

☆ اجلاس کا انعقاد:

آل انڈیا مسلم لیگ کا 21واں سالانہ اجلاس قائداعظمؒ کی ایماء پر علامہ محمد اقبالؒ کی سربراہی میں 29 دسمبر 1930ء کو صبح 11 بجے الٰہ آباد میں منعقد ہوا۔ حاجی سید محمد حسین کی استقبالیہ تقریر کے بعد علامہ اقبال نے اپنا تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرمایا یہ خطبہ انگریزی میں تھا جسے بعد میں روزنامہ ''انقلاب'' کے ایڈیٹر غلام رسول مہر نے اُردو میں ترجمہ کر کے جنوری 1931ء میں شائع کیا۔

☆ علامہ اقبال کا صدارتی خطبہ:

علامہ اقبال نے اپنے صدارتی خطبہ میں مندرجہ ذیل پہلوؤں کی نشاندہی کی:

1- مسلمانوں کی علیٰحدہ مذہبی اور ثقافتی پہچان:

آپ نے مسلم لیگ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''انڈیا ایک برصغیر ہے ملک نہیں۔ یہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ رہتے ہیں۔ مسلم قوم اپنی جداگانہ مذہبی اور ثقافتی پہچان رکھتی ہے۔''

2- مغربی طرز جمہوریت کی مذمّت:

ڈاکٹر محمد اقبال جمہوری نظام کے زبردست مخالف تھے۔ گو کہ آج یہ نظام پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ لیکن امت مسلمہ کے مسائل کا حل اس میں موجود نہیں ہے۔ ڈاکٹر اقبال کے نزدیک دنیا کے معاشرتی وسیاسی مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام میں ہے۔

جمہوریت اِک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گِنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

3- علیحدہ مسلم ریاست کا تصور:

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ علیحدہ مسلم ریاست کے قیام پر زور دیتے تھے۔ آپ نے 1930ء میں خطبہ الٰہ آباد میں علیحدہ مملکت کا تصور دیا۔ آپ نے فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ پنجاب، شمالی مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان ایک ریاست میں مدغم ہو

www.paksights.com

جائیں۔ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ برطانوی حکومت کے اندر رہتے ہوئے یا باہر خود مختاری کا اصول اور شمال مغربی علاقوں میں ایک مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کا مقدر بن گیا ہے۔''

-4 دوقومی نظریہ کا تصوّر:

علامہ اقبال نے 1930ء کے صدارتی خطبہ الہٰ آباد میں دوقومی نظریے کی حمایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں ان میں کوئی چیز بھی مشترکہ نہیں اور گزشتہ ایک ہزار سال سے وہ ہندوستان میں اپنی ایک الگ حیثیت قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ان دونوں قوموں کے نظریہ آزادی میں نمایاں فرق ہے اور میں واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی سیاسی کشمکش کا حل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہر جماعت کو اپنی اپنی مخصوص قومی اور تہذیبی بنیادوں پر آزادانہ شوریٰ (انتخاب اور پارلیمنٹ) کا حق حاصل ہو جائے۔''

-5 نسلی اور وطنی امتیاز کا خاتمہ:

علامہ اقبال نسلی اور وطنی امتیازات کے زبردست مخالف تھے۔ آپ نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا:

''اس وقت قوم اور وطن کا تصور مسلمانوں کی نگاہوں میں نسل کا امتیاز پیدا کر رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام کے انسانیت پرور مقاصد کا اثر کم ہو رہا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ نسلی احساسات فروغ پاتے پاتے ایسے اصول قائم کر دیں جو تعلیمات اسلام کے مخالف ہی نہیں ان کے بالکل متضاد ہوں۔''

-6 اسلام میں دین اور سیاست جدا نہیں:

علامہ اقبال سمجھتے تھے کہ اسلام دین کامل ہے جو نہ صرف سیاسی مسائل کا حل پیش کرتا ہے بلکہ مذہبی، سماجی اور قانونی معاملات میں بھی مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ آپ نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا:

''اسلام زندگی کی وحدت کو سلب نہیں کرتا۔ وہ مادے اور روح کو ناقابل اتحاد قرار نہیں دیتا۔ اسلام میں خدا اور کائنات روح اور مادہ، کلیسا اور ریاست ایک ہی کل کے مختلف اجزاء ہیں۔ انسان کسی ایسی ناپاک دنیا کا باشندہ نہیں ہے جسے ایک روحانی دنیا کی خاطر جو کسی دوسری جگہ واقع ہو ترک کیا جاسکے۔''

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا   بشیری ہے آئینہ دار نذیری

-7 اسلام ایک زندہ طاقت ہے:

1930ء کو الہٰ آباد کے مقام پر علامہ اقبال نے اسلام کی ابدیت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:

''آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت کے لیے آپ نے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو اس امر سے مایوس نہیں ہوا کہ اسلام اب بھی ایک زندہ قوت ہے، جو انسانی ذہن کو نسل اور وطن کی قیود سے آزاد

کرا سکتی ہے، جس کا تصور ہے کہ مذہب کو فرد یا ریاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور جس کا ایمان ہے کہ اسلام بذات خود تقدیر ہے۔ وہ کسی تقدیر کے تابع نہیں۔"

8- اسلام افراد کو منظم کرنے کی طاقت

علامہ اقبال کے نزدیک اسلام ہی ایک واحد طاقت ہے جو منتشر افراد کو منظم کر کے ایک قوم میں بدل سکتی ہے۔ آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

"اسلام ہی ایک ایسا جزو ترکیبی تھا جس سے مسلمانان ہند کی تاریخ حیات متاثر ہوئی۔ یہ وہ بنیادی جذبات اور وفاداریاں وجود میں لایا جنہوں نے رفتہ رفتہ منتشر افراد اور جماعتوں کو یکجا کر دیا۔ بالآخر ان لوگوں نے ایک واضح قوم کی صورت اختیار کر لی۔ درحقیقت یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ دنیا میں شاید ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جس میں اسلام نے افراد کو منظم کرنے کا بہترین مظاہرہ کیا ہے۔"

9- متحدہ قومیت کی تردید:

1930ء کو الہ آباد کے مقام پر علامہ اقبال نے برصغیر میں متحدہ قومیت کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

"ہندوستان انسانوں کا ایسا براعظم ہے جس میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اور مختلف مذاہب کی پیروی ہوتی ہے۔ ہندو خود بھی ایک متحدہ گروہ نہیں ہیں۔ ہندوستان میں یورپی جمہوریت کا اصول حقائق کو نظر انداز کر کے نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ ہندوستانی قومیت کا نعرہ لگا کر مسلمانوں پر اکثریت کی مطلق العنان حکومت قائم کر کے حالات بہتر نہیں ہو سکتے۔ مسلمانوں کی علیحدہ قومیت کو مانے بغیر کوئی وفاقی نظام کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

10- برصغیر کی حالت زار:

علامہ اقبالؒ نے برصغیر کی حالت زار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"ہندوستان کی سیاسی غلامی ایشیا بھر کے لامتناہی مصائب کا سرچشمہ بن رہی ہے۔ اس غلامی نے مشرق کی روح کو کچل ڈالا ہے اور اس سرزمین کو اظہار خودی کی اس مسرت سے یکسر محروم کر دیا ہے جس کی برکت سے یہ کبھی ایک عظیم الشان اور درخشندہ ثقافت کی تخلیق کا موجب بنی۔"

11- نصب العین کا تعین:

علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبہ الہ آباد میں نصب العین کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

"ہندوستان اور ایشیا کی طرف سے جو فرائض ہم پر عائد ہوتے ہیں ان سے ہم اس وقت تک عہدہ برآ نہیں ہو سکتے جب تک ہمارا نصب العین متعین نہ ہو اور اس کے حصول کے لیے ہم سب پختہ عزم نہ کر لیں۔"

www.paksights.com

جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں
وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا

12- آزاد مسلم مملکت کے فوائد:

علامہ اقبالؒ نے آزاد مسلم مملکت کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''مسلم مملکت کا میرا یہ مطالبہ ہندوستان اور اسلام دونوں کے لیے منفعت بخش ثابت ہوگا۔ ہندوستان کو اس سے حقیقی امن اور سلامتی کی ضمانت مل جائے گی جو قوتوں کے توازن کا فطرتی نتیجہ ہوگی اور اسلام کو اس سے موقع میسر آجائے گا کہ وہ اپنے قوانین تعلیم اور ثقافت کو پھر سے زندگی اور حرکت عطا کر سکے اور انہیں عصر حاضر کی روح کے قریب آنے کے قابل بنا سکے۔''

13- مسلم اتحاد کی ضرورت

علامہ اقبال نے اتحاد بین المسلمین کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ آپ نے فرمایا:

''میں فرقہ وارانہ مسائل کے تصفیہ سے ناامید نہیں ہوں لیکن میں آپ سے یہ احساس نہیں چھپا سکتا کہ موجودہ نازک حالات کے ازالہ کے لیے مستقبل قریب میں آزادانہ جدوجہد صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب پوری قوم میں اس کا عزم موجود ہو اور ان کے تمام ارادے ایک مرکز پر مرکوز ہوں۔''

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

14- فرقہ واریت کی مذمت:

آپ نے برصغیر میں فرقہ واریت کی شدید مذمت کی اور دوسری قوموں کی مذہبی اقدار کے تحفظ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

''وہ فرقہ واریت جو دوسری اقوام سے نفرت اور خواہی کا درس دے اس کے گھٹیا اور سفلی ہونے میں کوئی تامل نہیں۔ میں دوسری قوموں کے قوانین، رسوم، معاشرت اور مذہبی اقدار کی دل سے قدر کرتا ہوں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا یہ فرض عین ہوگا کہ وقت ضرورت ''احکام قرآنی'' کے تقاضوں کے مطابق ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کروں۔''

ملت کو چھانٹ ڈالا کافر بنا بنا کر
اسلام اے فقیہو! ممنون ہے تمہارا

15- سائمن کمیشن کی سفارشات پر تنقید

سائمن کمیشن کی سفارشات پر تنقید کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''سائمن کمیشن نے بنگال اور پنجاب میں مسلمانوں کی آئینی اکثریت کی سفارش نہ کر کے ان کے ساتھ ایک بڑی ناانصافی کی ہے۔ مسلمان ہندوستان میں کسی ایسی آئینی تبدیلی کو قبول نہیں کریں گے جس کے تحت وہ بنگال اور پنجاب میں جداگانہ انتخاب کے ذریعے اکثریت حاصل نہ کر سکیں یا مرکزی مجلس قانون ساز میں انھیں 33 فیصد اکثریت حاصل نہ ہو۔''

www.paksights.com

(ii) قراردادِ مقاصد

(پیپر 2015 سے سوال نمبر (i) 4 کا جواب)

(iii) پاک اور سعودی عرب کے تعلقات

پاکستان اور سعودی عرب کے باہمی تعلقات خصوصی بنیادوں پر قائم ہیں کیونکہ سعودی عرب میں مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں اور ہر سال ہزاروں پاکستانی فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ دونوں ممالک کی خارجہ پالیسی میں اتحاد عالم اسلام کے اصول کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

قیام پاکستان اور سعودی عرب:

قیام پاکستان سے پہلے سعودی عرب نے تحریکِ پاکستان کی حمایت کی اور قیام پاکستان کے بعد سعودی عرب نے پاکستان کو تسلیم کیا۔ 1951ء میں پہلا معاہدہ پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان ہوا جس سے دونوں ممالک کے درمیان دوستانہ تعلقات مزید مضبوط ہوئے۔

مالی امداد:

سعودی عرب نے پاکستان میں سیمنٹ و دیگر فیکٹریاں لگانے کے لیے ایک ارب روپے کی امداد فراہم کی۔ دفاعی میدان میں سعودی عرب کے ساتھ پاکستان نے تعاون کیا اور سعودی عرب کی فوج کو جدید خطوط پر منظم کرنے کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ شاہ فیصل نے اسلام آباد میں فیصل مسجد اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کی تعمیر کے لیے خطیر رقم دی۔

1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں مدد:

1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت جنگوں میں سعودی عرب نے پاکستان کے مؤقف کی بھرپور حمایت کی اور مالی امداد بھی فراہم کی۔ مسئلہ کشمیر پر سعودی عرب کی حکومت نے پاکستان کا ساتھ دیا۔ دوسری اسلامی کانفرنس 1974ء کے انعقاد کے سلسلہ میں شاہ فیصل نے پاکستان کی بھرپور معاونت کی۔

مسئلہ افغانستان اور سعودی عرب:

افغانستان کے مسئلہ پر بھی سعودی عرب نے پاکستان کے مؤقف کی تائید کی۔ 1991ء کے مشرقِ وسطیٰ کے انتشار میں پاکستان نے نہ صرف سعودی عرب کے مؤقف کی تائید کی بلکہ مدد بھی فراہم کی۔ دوسری اسلامی کانفرنس 1974ء کے انعقاد کے سلسلہ میں شاہ فیصل نے پاکستان کی بھرپور معاونت کی۔ سعودی عرب کی مقدس زمین کے تحفظ کے لیے پاک فوج کے دستے بھیجے گئے۔

معاشی امداد:

1998ء میں پاک سعودی اکنامک کمیشن ریاض قائم کیا گیا۔ جس نے پاکستان میں 155 منصوبوں پر کام کرنا شروع کر دیا اور ان کی تکمیل کے لیے معاشی امداد مہیا کی۔ 2014ء میں بھی سعودی عرب نے پاکستان کی مدد کیلئے ڈیڑھ ارب ڈالر مہیا کیے۔ جس کا مقصد پاکستان کو معاشی مشکلات سے نکالنا تھا۔

دوطرفہ دوستی:

1999ء میں پاکستان کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے سعودی عرب کا دورہ کیا۔ دوطرفہ دوستی کے معاہدوں پر دستخط ہوئے۔ اسی طرح 2003ء میں پاکستان کے نئے وزیراعظم نے بھی سعودی عرب کا سرکاری دورہ کیا اور کئی معاہدوں کے ذریعے دوستی کو مزید مضبوط بنایا۔

مسئلہ کشمیر:

15 اکتوبر 1965ء کو سعودی عرب کے وفد نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں شرکت کی۔ اس وفد کی قیادت عمر سکاف کر رہے تھے۔ سعودی وفد نے مسئلہ کشمیر پر پاکستانی مؤقف کی پُرزور حمایت کی۔ اس موقع پر انہوں نے کہا کہ کشمیر کے باشندوں کو زیادہ دیر تک محکوم نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر بھارت عربوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات چاہتا ہے تو وہ کشمیریوں کو جلد از جلد حق خود ارادیت دینے کا اہتمام کرے۔

روحانی وابستگی:

پاکستان کے عوام سعودی عرب سے روحانی وابستگی رکھتے ہیں۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مقدس شہر سعودی عرب کے علاقے حجاز میں واقع ہیں۔ تمام مسلمان اس سرزمین سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔

اُٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفس سوختہ شام و سحر تازہ کریں

(اقبال)

خلیجی جنگ:

خلیجی جنگ فروری 1991ء میں پاکستان نے کویت پر عراق کے قبضے کی شدید مذمت کی اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لیے اپنی فوجیں سعودی عرب روانہ کیں۔

پاکستان کے وزیراعظم نواز شریف نے 2016ء میں اپنا دوسرا سرکاری دورہ کیا جس کے دوران انہوں نے مشترکہ جنگی مشقوں کا معائنہ کیا اور باہمی امور پر تبادلہ خیال بھی کیا۔

المختصر پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات ہمیشہ مثالی رہے ہیں اور اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ دونوں ملک اسلام کی سربلندی کے لیے کوشاں ہیں۔ پاکستان اور سعودی عرب کے باشندے آپس میں بھائی بھائی ہیں اور دُکھ سُکھ میں ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں قوموں کو بندھن میں باندھنے والی اسلام کی رسّی بہت مضبوط ہے۔

تو عرب ہو یا عجم ہو، ترا لا الہ الا
لغت غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی

(اقبال)

www.paksights.com

(iv) تحریک مجاہدین

سید احمد بریلوی کی تحریک مجاہدین اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اٹھارویں اور انیسویں صدیوں میں انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ اسلام میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی زندگی کا مقصد صرف تبلیغ اسلام ہی نہیں تھا بلکہ فروغ اسلام کیلئے آپ عملی اقدامات کرنے پر یقین رکھتے تھے تا کہ اسلام کی مخالف قوتوں کو زیر کر کے برصغیر میں ایسی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے جس کی بنیاد اسلامی اصولوں اور روایات پر ہو۔

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی

سید احمد شہید کا تعارف:

سید احمد شہید 29 نومبر 1786ء کو رائے بریلی کے مقام پر پیدا ہوئے بچپن میں آپ کو تحصیل علم سے کوئی رغبت نہیں تھی والد کے انتقال کے بعد آپ کو تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا اور شاہ عبدالعزیز سے علم دین سیکھنے کی خاطر دہلی تشریف لائے۔ آپ نے 1807ء میں شاہ ولی اللہ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور سلسلہ نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ میں داخل ہو گئے۔ آپ نے 1810ء میں نواب امیر خان ٹانک کی فوج میں ملازمت اختیار کر لی اور فنون سپہ گری کے تمام نشیب و فراز سے واقفیت حاصل کر کے ایک تجربہ کار جرنیل بن گئے۔ 1818ء میں آپ دوبارہ دہلی تشریف لائے اور اسی سال آپ نے مشہور کتاب صراط مستقیم لکھی۔ 1821ء میں آپ حج کے لئے مکۃ المکرمہ روانہ ہو گئے۔ ڈیڑھ سال کے بعد آپ واپس تشریف لائے۔ آپ نے 1823ء میں تحریک مجاہدین کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کے ذریعے آپ نے پنجاب اور سرحد کو سکھوں سے آزاد کروانے کی پوری کوشش کی۔

تحریک جہاد (تحریک مجاہدین) کے اغراض و مقاصد:

تحریک مجاہدین کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

۱۔ اسلامی حکومت کا قیام	۲۔ مسلم معاشرے کی مذہبی اصلاح	۳۔ جہاد کی تلقین
۴۔ سادہ طرز زندگی	۵۔ سکھوں کے مظالم سے نجات	۶۔ بدعات کا خاتمہ
۷۔ عیسائی مشنریوں کا مقابلہ		

۱۔ اسلامی حکومت کا قیام:

اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے ساتھ ہی برصغیر میں تنزل کے آثار رونما ہونے لگے ہر شعبے میں زوال اور انحطاط کی گہری چھاپ نظر آ رہی تھی اس بدنظمی اور انتشار سے فائدہ اٹھا کر دہلی میں جاٹوں، مرہٹوں اور پنجاب میں سکھوں نے وسیع پیمانے پر شورش بپا کر دی۔ حضرت سید احمد چاہتے تھے کہ مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کر لیں اور ایک ایسی مضبوط حکومت کا قیام عمل میں لائیں جس کی بنیاد اسلامی قوانین پر ہو اور جو پنجاب اور سرحد سے سکھوں کی حکومت کا قلع قمع کرے آپ برصغیر میں مسلمانوں کے مذہبی احیاء کے ساتھ ساتھ ان کی دوبارہ سیاسی بلندی کے بھی خواہاں تھے۔

۲۔ مسلم معاشرے کی مذہبی اصلاح:

برصغیر میں مسلمان اور ہندو صدیوں سے اکٹھے زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہندوانہ رسمیں غیر محسوس طریقے پر اسلامی معاشرے میں داخل ہو گئیں۔ حلال و حرام کا امتیاز ختم ہو چکا تھا۔ شراب نوشی، زناکاری اور بددیانتی جیسی لعنتیں اسلامی معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی تھیں ہندوؤں کی تقلید میں بعض مسلمان بھی اسلام کے مسنون طریقے سے ہٹ کر رام رام کہہ کر ہاتھ جوڑ کر نمستے کہتے تھے۔ بیوہ کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے تھے۔

www.paksights.com

بعض مسلم گھرانوں میں نکاح کی تقریب میں ہندوؤں کی طرح پھیرے ڈالنے کی رسم موجود تھی۔ آپ کی تحریک جہاد کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ تمام معاشرتی اور اخلاقی برائیوں کو ختم کر کے صحیح اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۳۔ جہاد کی تلقین:

سید احمد کی تحریک کا اولین مقصد مسلمانوں میں جذبہ جہاد کو اجاگر کرنا تھا برصغیر میں ایک طرف مسلمانوں کو ہندوؤں کی مخالفت کا سامنا تھا تو دوسری طرف غیر ملکی قومیں بالخصوص انگریز نہ صرف ان کے غلبہ واقتدار کو بلکہ ان کی تہذیب وتمدن کو بھی نقصان پہنچانے کی فکر میں تھے سید احمد سکھوں کو شکست دے کر پنجاب میں ایک مضبوط اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ وہاں سے انگریزوں کے خلاف مزاحمت کر کے انہیں ہندوستان سے باہر نکال سکیں۔

۴۔ سادہ طرز زندگی:

سید احمدؒ فقیرانہ امارت اور سادہ طرز زندگی پر زور دیتے تھے۔ لشکر کے امیر ہونے کے باوجود آپ مشقت کے کاموں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ برابر کے شریک ہوتے۔ بوجھ اٹھاتے، لکڑیاں چنتے اور جب کبھی فاقہ کشی کی نوبت آتی تو نہ صرف اپنے ساتھیوں کے ساتھ فاقہ کشی کرتے بلکہ اس حد تک زندہ دلی کا مظاہرہ کرتے کہ کوئی وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ فاقہ سے ہیں۔ بقول سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ،

> ”آپ خوف خدا، سادگی، مساوات اور عدل وانصاف کا ایک ایسا نمونہ پیش کرنا چاہتے تھے جس سے خلفاء راشدین کی یاد ایک بار پھر تازہ ہو جائے“۔

۵۔ سکھوں کے مظالم سے نجات:

پنجاب میں سکھوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سربراہی میں مسلمانوں پر مظالم کی انتہا کر دی۔ اس کے دور میں شعائر اسلامی کی کھلم کھلا بے حرمتی کی جاتی تھی، اذان پر پابندی عائد کر دی گئی، گاؤ کشی کو ممنوع قرار دے دیا گیا، حکومت کے کارندے معمولی معمولی باتوں پر مسلمانوں کو گرفتار کر کے ان پر مقدمے چلاتے، گھر بار ضبط کر کے انہیں شہر سے باہر نکال دیتے ہزاروں مسلمان عورتوں کو سکھوں نے زبردستی اپنے گھروں میں ڈال لیا۔ الختصر پنجاب میں سکھ حکومت کا قیام خداوند تعالیٰ کا قہر عظیم تھا سید احمد کی تحریک کا ایک مقصد پنجاب میں مسلمانوں کو سکھوں کے مظالم سے نجات دلانا تھا۔

۶۔ بدعات کا خاتمہ:

برصغیر میں اسلامی حکومت کے زوال کے ساتھ ہی اسلامی معاشرے میں بہت سی بدعتیں داخل ہو گئیں۔ جنہوں نے مذہب اسلام کی اصل ہیئت کو بدل کر رکھ دیا۔ مسلمان مزاروں پر جا کر چڑھاوے چڑھاتے تھے اور اس خیال سے نذرانے دیتے تھے کہ اس سے ان کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ عورتوں نے بھی قبروں پر جانا شروع کر دیا۔ بچے کی پیدائش پر چھٹی، چلے، موت پر سوم، دسواں، چالیسوں، برسی اور دیگر رسوم پر بے دریغ روپیہ صرف کرتے تھے شادی بیاہ کے موقع پر غیر شرعی رسومات اختیار کی جاتی تھیں عرس کی محافل سجائی جاتی تھیں اور مریدوں سے نذرانے اور تحفے تحائف وصول کیے جاتے تھے۔ حضرت سید احمد ان تمام رسومات کے زبردست مخالف تھے۔

۷۔ عیسائی مشنریوں کا مقابلہ:

تحریک مجاہدین کا ایک اہم مقصد برصغیر میں سے عیسائی مشنریوں کی سازشوں کو ناکام بنانا تھا جو برصغیر میں عیسائیت پھیلانے کے لیے کوشاں تھے۔ انگریزوں کی شہ پر انہوں نے اسلام پر ناروا حملے شروع کر رکھے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے کئی تحریکوں کا آغاز کر رکھا تھا۔ آپ نے اپنی تحریک کا رخ اس جانب موڑ دیا تاکہ اسلام کو عیسائیت اور عیسائی مشنریوں کی کاروائیوں سے بچایا جا سکے۔

www.paksights.com

(جہاد کی تیاری)

حضرت سید احمد نے 1821ء میں اپنے چار سو مریدوں کے ہمراہ حج کیا۔ سفر حج نے آپ کے ارادوں میں بڑی پختگی اور حوصلوں میں نئی بلندی پیدا کی۔ وطن واپس پہنچ کر آپ نے سکھوں کے خلاف جہاد کی تیاری شروع کی سب سے پہلے جہاد کی راہ ہموار کرنے کے لیے انہوں نے برصغیر کے سوئے ہوئے مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی تعلیم اور جہاد کی اہمیت سے آگاہ کیا چنانچہ ہندوستان میں ہر جگہ سید احمد کے اس عظیم مشن کا چرچا ہونے لگا اور لوگ جوق در جوق آپ کے حلقے میں شامل ہونا شروع ہو گئے۔

یہ بازی حق کی بازی ہے جو چاہے لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں

جہاد کا آغاز:

سید احمد کی قیادت میں مجاہدین کا پہلا قافلہ تقریباً سات ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا جو سندھ، بلوچستان، غزنی اور کابل سے ہوتا ہوا پشاور پہنچا۔ اس طویل سفر کے دوران بہت سے مجاہدین آپ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ پشاور میں چند روز قیام کے بعد آپ نوشہرہ تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا یہاں سے آپ نے اسلامی دستور کے مطابق مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تین شرائط بھیجیں:

(i) "اسلام قبول کر لو

(ii) یا جزیہ ادا کر کے مصالحت کر لو۔

(iii) اگر یہ منظور نہیں تو جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔"

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تیسری شرط قبول کر لی۔

☆ معرکہء اکوڑہ:

مجاہدین اور سکھ فوج کے درمیان پہلا معرکہ 21 دسمبر 1826ء کو اکوڑہ کے مقام پر ہوا جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مجاہدین کے مقابلے کے لیے اپنے جرنیل بدھ سنگھ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا۔ جس میں سکھوں کو عبرتناک شکست ہوئی اس معرکے میں سات سو سکھ مارے گئے اور بیاسی مسلمان شہید ہوئے۔

☆ معرکہء حضرو:

مجاہدین اور سکھوں کے درمیان دوسرا معرکہ 1827ء میں حضرو کے مقام پر ہوا جس میں مجاہدین نے سکھوں کو زبردست جانی نقصان پہنچایا۔ اس سے مجاہدین کے حوصلے بلند ہوئے۔

اسلامی خلافت کا قیام:

معرکہء حضرو کے بعد قلیل عرصے میں مجاہدین کی تعداد اسی ہزار سے تجاوز کر گئی۔ 1827ء میں علاقے کے روساء اور علماء نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کو باقاعدہ امیر المومنین منتخب کیا۔ اس طرح سید احمد کو انتظام جہاد، مال غنیمت کی تقسیم اور شریعت اسلامی کے نفاذ کا پورا اختیار حاصل ہو گیا۔ آپ نے اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔ حاکمان پشاور سردار یار محمد خان اور سردار پیر محمد خان نے بھی بذریعہ خطوط آپ کی امامت قبول کر لی۔ آپ نے پشاور میں تقریباً چار سال تک قیام کیا۔ اسی دوران آپ نے متعدد اسلامی قوانین نافذ کیے۔

☆ گوریلا کاروائیاں:

معرکہء حضرو کے بعد چار سال تک مجاہدین نے گوریلا کاروائیوں کے ذریعے سکھوں کو زبردست جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ رنجیت سنگھ مجاہدین کی ان کاروائیوں سے سخت پریشان ہوا۔ اس نے سکھ فوج کی تربیت کے لیے انگریزوں سے مدد طلب کی اور انگریز تربیت کنندگان سکھ فوج کی تربیت کے لیے منگوائے گئے۔

☆ سکھوں کی سازش:

سید احمد کی مسلسل کامیابیوں سے سکھ گھبرا گئے مہاراجہ رنجیت سنگھ خود پشاور پہنچا اور سید احمد کے وفادار سردار یار محمد خاں کو اپنے ساتھ ملا لیا یار محمد خود مسلمانوں کے مقابلے پر آیا سید احمد نے اس کا مقابلہ کرنے کیلئے شاہ اسماعیل کی قیادت میں چھ سو مجاہدین کو روانہ کیا۔ یار محمد شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ گیا مگر زخموں کی تاب نہ لا کر راستے میں انتقال کر گیا۔ سکھوں نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کیلئے مشہور کر دیا کہ سید احمد "وہابی" ہیں اور ان کے عقائد درست نہیں۔ مقامی لوگوں میں سے بعض کم علم لوگوں نے اس پروپیگنڈا کے زیر اثر سید صاحب کی قائم کردہ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوتیں شروع کر دیں جس کی وجہ سے تحریک مجاہدین کو زبردست دھچکا لگا۔

کیا کریں ظلمتِ حالات کا شکوہ کہ سعوؔد
ہم نے اندر کے اندھیروں کی سزا پائی ہے

☆ معرکہ بالاکوٹ اور سید احمد شہید کی شہادت:

1831ء میں افغان سرداروں کے طرزِ عمل سے دل برداشتہ ہو کر سید احمد بریلویؒ پشاور سے نکل کر وادیٔ کاغان کے راستے کشمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ سید احمد نے بالاکوٹ کے مقام پر اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا جو نسبتاً محفوظ جگہ تھی لیکن مقامی لوگوں نے جو سکھوں سے ملے ہوئے تھے جرنیل شیر سنگھ کو سید احمد کی خفیہ منتقلی کی اطلاع کر دی جرنیل شیر سنگھ نے اپنی فوج کے ہمراہ مسلمانوں پر بے خبری میں حملہ کر دیا۔ دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ مجاہدین بڑی بہادری سے لڑے تعداد کی زیادتی کے باعث سکھ غالب آ گئے چھ سو مجاہدین میدان جنگ میں شہید ہوئے جن میں خود سید احمد شہید اور مولوی اسماعیل بھی شامل تھے سید احمد اور شاہ اسماعیل کی شہادت کے بعد تحریک جہاد میں پہلی سی شدت باقی نہ رہی۔

(تحریک مجاہدین کے ناکامی کے اسباب)

تحریک مجاہدین بلاشبہ پرزور تحریک تھی مگر یہ تحریک اپنے تمام مقاصد حاصل کرنے میں مکمل کامیاب نہ ہو سکی۔ اس تحریک کی ناکامی کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مجاہدین کی مناسب تربیت کا بندوبست نہ ہونا۔

۲۔ مدمقابل سکھ فوج کا تعداد میں زیادہ ہونا اور بہتر طور پر تربیت یافتہ ہونا۔

۳۔ سکھوں کی سازشیں۔

۴۔ قیام خلافت کے بعد عائد کیے جانے والے ٹیکس پر مقامی اختلافات۔

۵۔ انگریزوں کی پس پردہ مخالفت۔

۶۔ سید احمد اور شاہ اسماعیل کی شہادت۔

۷۔ اسلحے اور آلات حرب کی کمی۔